علم الفواصل اور اس کی مبادیات

یاسر عرفات اعوان☆

Abstract:

"The Holy Quran is the last revelation of almighty Allah & it has been preserved by Him. Ilm ul Fawasil (Science of ending words of Quranic verses) is one of those resources which have main contribution in the preservation of revelation. This Science is one of the difficult discourses of the holy book. The sacred book contains Surah (Chapters) which are comprises of Aayaat (Verses).The boundaries of an aya are marked by breaks or separation markers which are called fawasil (Sing.Fasila).The Holy Prophet Muhammad (SAW) himself counted the verses of the Quran & indicated the fawasil. Ilm ul fawasil deals with the counting of Quranic words, letters, verses and Surah.In this article rudiments of Ilm ul fawasil has been discussed which highlights the significance of this science."

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالی کی آخری الہامی کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی یہ کتاب مبین اپنے زمانہ نزول سے لے کر آج تک بغیر کسی تحریف وتبدل کے اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ رب العلمین نے خود لیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ''(الحجر:۹)

ترجمہ:(ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں)

تکوینی طور پر تحفیظ قرآن کے لیے جن وسائل کا اہتمام کیا گیا ان میں سے ایک اہم وسیلہ علم الفواصل ہے جو کہ سورہ ہائے قرآن، آیات اور کلمات وحروف کی تعداد کی حفاظت پر محیط ہے۔ صحابہ کرام

☆ لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونی ورسٹی فیصل آباد

رضوان اللہ اجمعین نے رسول اکرم ﷺ سے آیات اور سورتوں کی شکل میں قرآن مجید حاصل کیا اور پھر یہ آسمانی صحیفہ طبقہ تابعین کو صحابہ سے ضبط، روایات اور عدالآی کے ساتھ وصول ہوا۔ جنہوں نے تحفیظ و انتقال میں اپنا کردار بھرپور طور پر نبھایا۔ اور مستقل ایک علم، علم الفواصل کو بنیادیں فراہم کیں۔

فواصل __ لغوی معنی (Linguistic Definition)

فواصل فاصلہ کی جمع ہے جس کا مادہ ف ص ل ہے فصل عربی زبان میں متعدد معانی کا حامل ہے دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو فصل کہتے ہیں اسی طرح جسم میں ہر وہ جگہ جہاں دو ہڈیوں کا ملاپ ہوتا ہے اسے بھی فصل کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری سے کاٹ دینا، الگ کر دینا بھی فصل کہلاتا ہے اور قضاء بین الحق والباطل کو بھی فصل کہتے ہیں۔[1] فاصلہ کی اصطلاح کو متعدد علوم عربیہ میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً علم نحو میں بصریین اور کوفیین کے ہاں یہ عماد کے مقام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور علم عروض میں فاصلہ صغری اور فاصلہ کبری کی اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں۔ علوم القرآن میں یہ اصطلاح اواخر آیات کے لیے مستعمل ہے جس طرح شعر میں قافیہ ہوتا ہے۔

اصطلاحی معنی (Applied Definition)

قاضی ابو بکر باقلانیؒ فواصل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**الفواصل حروف متشاکلة فی المقاطع یقع بها افهام المعانی**''[2] یعنی فواصل جملے کے آخر میں آنے والے باہم مشابہ وموافق حروف کو کہتے ہیں کہ جن سے معنی کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے علامہ دانیؒ کے ہاں یہ تعریف ملتی ہے ''**الفاصلة کلمه آخر الجملة**''[3] علامہ جملہ کے آخری کلمہ کو فاصلہ کہتے ہیں۔ امام زرکشیؒ لکھتے ہیں: ''**الفاصلة وهی کلمة آخر الایة ،کقافیة الشعر و قرینة السجع**''[4] یعنی فاصلہ قرآنی آیت کے آخری کلمہ کو کہتے ہیں جو شعر کے قافیہ اور سجع سے ملتا جلتا ہے۔ علم الفواصل کی ایک جامع تعریف عبدالرزاق علی ابراہیم نے کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''**هو علم یبحث فیه عن احوال آیات القرآن من حیث عدد الآیات من کل سورة وما هو راس الآیة وماخاتمتها**''[5] علم الفواصل ایک ایسا علم ہے کہ جس میں آیات قرآنیہ کے بارے میں ہر سورۃ میں آیات کی تعداد کے اعتبار سے بحث کی جاتی ہے۔ اور آیات کے رؤوس (فواصل) وخواتم کے بارے میں جانا جاتا ہے۔

آیت کے سرے کو راس آیت کہتے ہیں اور جمہور کے نزدیک فاصلہ اور راس آیت دونوں ہم معنی ہیں۔

وجہ تسمیہ: آیات کے سروں کو فواصل کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس جگہ دو کلام ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں اور آیت کا اخیر اس آیت اور بعد والی آیت کے درمیان فصل پیدا کرتا ہے رؤوس آیات کے لیے فاصلہ

کی اصطلاح قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ارشاد ربانی ہے:کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ (حٰمٓ السجدۃ:۳)

فواصل کی پہچان کے لیے پانچ طرق بیان کیے جاتے ہیں کہ جن کے ذریعہ ان کی شناخت آسان ہو جاتی ہے۔لیکن ان طرق سے اسی صورت میں کام لیا جائے گا جب کسی کلمہ کے راس آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں واضح نص اور روایت موجود نہ ہو کیونکہ نص و روایت کی موجودگی میں انہی پر عمل ہوگا۔ذیل میں مذکور طرق قیاسی طرق کہلاتے ہیں۔

۱۔مستقیم وصحیح ملکہ اور کامل لیاقت: بار بار غور وفکر کرنے سے ایک استعداد پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آیت والے کلمات اور ان کلمات کہ جن پر آیت نہیں ہے کے درمیان تمیز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

۲۔مساوات:اس کا مطلب ہے آیت کا چھوٹی اور بڑی ہونے میں اپنے سے پہلی اور مابعد والی آیات کے برابر ہونا چنانچہ سورۃ البقرۃ سے سورۃ براۃ تک جتنی سورتیں ہیں ان کی اکثر آیات بڑی ہیں اور ان کے بعد والی سورتوں کی اکثر آیات کسی قدر چھوٹی ہیں اور الشعراء سے آخر قرآن تک کی آیتیں اور بھی چھوٹی ہیں۔

۳۔مشاکلہ: آیت کا حرف روی(آخری حرف) میں یا ماقبل حرف میں پہلی اور بعد والی آیات کے ہم شکل اور موافق ہونا جیسے سورۃ اخلاص کی آیات ہیں کہ جن میں آخری حرف سب میں یکساں ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ آیت کی پہلی اور بعد والی آیت کے ساتھ حرف روی سے پہلے حرف میں یکسانیت پائی جائے جبکہ وہ مدہ ہو یا لین جیسے سورۃ الفاتحہ کی سات آیات (مساوات میں مذکورہ قاعدہ اکثری ہے لیکن کبھی توقیف اور نقل کی پیروی کے سبب اس کے خلاف بھی ہوتا ہے)

۴۔اجماع واتفاق:اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کلمہ کے ہم شکل دوسرے کلمات پر آیت شمار کرنے میں شمار کے اماموں کا متفق ہونا

۵۔کمال وانقطاع: یعنی اس پر کلام ختم ہو جاتا ہے اور ترکیب کی رو سے بعد والے کلام کا محتاج نہیں ہوتا جیسا کہ وقف تام اور کافی میں ہوتا ہے۔

فواصل کی اقسام

فواصل کی ایک سے زائد بڑی تقسیمیں کی گئی ہیں امام زرکشیؒ(۶) اور علامہ سیوطیؒ(۷) نے ربط بالآیات کے اعتبار سے فواصل کی چار اقسام ذکر کی ہیں اور ان پر تفصیلی کلام کیا ہے ذیل میں ان چار اقسام کا مختصر تعارف ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱:تمکین ۲:تصدیر ۳:توشیح ۴:ایغال

تمکین:اسے ایتلاف القافیۃ بھی کہتے ہیں یہ وہ فاصلہ ہے جو آیت کریمہ سے ایسا کامل ومستحکم ربط رکھتا ہو کہ اس کے علاوہ کسی اور فاصلہ کی گنجائش نہ نکلے دونوں کے معانی میں کلی مناسبت ہو اس فاصلہ کو محذوف کرنے سے مضمون مکمل نہ ہو سکے اور باذوق سامع کی فطرت سلیمہ خود اسے پورا کرے یا کم از کم اس کی کمی

کا احساس کرلے یہ فاصلہ آیت کے تفصیلی مضمون کا ایک خلاصہ ہو۔ارشاد باری تعالی ہے
''یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَانَشٰٓؤُا ط اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ''(ہود:۸۷)

اب اس آیہ مبارکہ میں عبادت کا ذکر ہے اور اس کے بعد اموال میں تصرف مذکور ہے لہذا یہ بات حلم اور رشد کا ذکر ترتیب کے ساتھ ہونے کی مقتضی تھی کیونکہ حلم عبادت کے مناسب ہے اور رشد کی مناسبت مال و دولت سے ہے۔

تصدیر: تصدیر کہتے ہیں کہ فاصلہ ٹھہرنے والا لفظ بعینیہ ویسا ہی لفظ ہو جو آیت کے شروع میں پہلے آچکا ہے۔علامہ سیوطیؒ اس کی مزید تین قسمیں ذکر کی ہیں۔

۱۔ فاصلہ کا آخر اور صدر کلام کا آخری کلمہ دونوں باہم موافق ہوں جیسے فرمایا گیا: اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا(النساء:۱۶۶)

۲۔ صدر کلام کا اول کلمہ فاصلہ کے آخری کلمہ کے موافق ہو جیسے ارشاد ہوا:وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (ال عمران:۸)

۳۔ فاصلہ کا آخری کلمہ صدر کلام کے کسی نہ کسی کلمہ کے موافق ہو جیسا کہ فرمایا گیا: اُنْظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط وَلَلْاٰخِرَۃُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا(بنی اسرآءیل:۲۱)

توشیح: یہ وہ فاصلہ ہوتا ہے جس کو آیت کا ابتدائی حصہ مستلزم ہو تصدیر اور توشیح میں فرق ہے توشیح کی دلالت معنوی ہوتی ہے جبکہ تصدیر کی دلالت لفظی ہوتی ہے ارشاد باری تعالی ہے؛اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ(ال عمران:۳۳)

اس میں لفظ اصطفٰی اس بات پر لفظی اعتبار سے کبھی یہ دلالت نہیں کرتا کہ اس آیت کا فاصلہ العالمین ہوگا کیونکہ اصطفٰی کا لفظ العالمین سے جداگانہ لفظ ہے مگر باعتبار معنی ضرور دلالت کر رہا ہے اس لیے کہ اصطفٰی کے لوازم میں سے ایسی شئے کا ہونا معلوم ہے جو کہ اپنی جنس سے چیدہ اور برگزیدہ ہو اور ان مصطفین کی جنس العالمین ہی ہے۔

ایغال: یہ فاصلہ امعان بھی کہلاتا ہے یہ وہ فاصلہ ہوتا ہے جس کو کسی نکتہ اور فائدہ کے تحت ایسی آیت کے آخر میں ذکر کیا جائے جس کا مضمون اس کے بغیر پورا ہو چکا ہو۔قرآن میں ارشاد ہوا ہے: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ(سورۃ یٰسٓ:۲۱)

اب اس ارشاد میں وھم مھتدون ایغال ہے اس لیے کہ اگر اس کو ذکر نہ کیا جائے تو بھی کلام کے معنی پورے ہوتے ہیں کیونکہ رسول لامحالہ راہ یافتہ ہوتے ہیں مگر رسولوں کی پیروی کے لیے لوگوں کو ابھارنے اور ترغیب دینے میں ایک قسم کا مبالغہ مقصود تھا اس لیے اس فاصلہ کو ذکر کیا گیا ایک اور اعتبار سے فواصل کی پانچ اقسام کی گئی ہیں۔

۱۔مطرف ۲۔متوازی ۳۔مرصع ۴۔متوازن ۵۔متماثل

مطرف: اسے معطوف بھی کہتے ہیں دو فاصلے اگر وزن میں تو باہم مختلف ہوں لیکن حروف سجع میں باہم متفق ہوں جیسے سورہ نوح میں قول باری تعالیٰ ہے: مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا(۱۳)وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا(۱۴)

متوازی کہتے ہیں کہ جب دو فاصلے وزن وقافیہ کے اعتبار سے تو متفق ہوں اور فاصلہ اولیٰ کا لفظ دوسرے فاصلہ کے لفظ سے وزن وتقفیہ میں مقابل نہ ہو یعنی ان میں تضاد نہ ہو جیسے سورہ غاشیۃ میں ارشاد ہوا ہے: فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ(۱۳)وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ(۱۴)

مرصع: جب دو فاصلے وزن وقافیہ میں دونوں جہتوں سے متفق ہوں اور پہلے فاصلہ کی بات دوسرے فاصلہ میں ویسی ہی مقابل واقع سورۃ الغاشیۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ(۲۵)ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶)

اورسورۃ انفطار میں ہے: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ(۱۳)وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ(۱۴)

اب اس میں وزن اور قافیہ بھی ہے اور متفق بھی ہیں لیکن بات دونوں میں مقابل بیان ہوئی ہے۔

متوازن: اس کا مطلب ہے کہ دو فاصلوں کے درمیان تقفیہ کے بغیر وزن میں موافقت ہو جائے جیسا کہ سورۃ الغاشیۃ کی دو آیات ہیں: وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ(۱۵)وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ(۱۶)

متماثل: پہلا فاصلہ قافیہ بندی کے بغیر دوسرے فاصلے کے ساتھ وزن میں مساوی ہو لیکن پہلے فاصلے کے افراد دوسرے فاصلہ کے افراد کے مقابلے میں آئیں (افراد سے مراد فاصلہ کے حروف ہیں) اس کی مثال سورۃ ا لصافات کی دو آیات ہیں: وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ(۱۱۷)وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ(۱۱۸)

اس میں کتاب اور صراط، مستبین اور مستقیم باہم متوازن ہیں۔ لیکن حروف کا اختلاف ہے۔

تماثل اور تقارب کے اعتبار سے فواصل کی دو اور قسمیں امام زرکشیؒ نے تحریر کی ہیں (ا) الفواصل المتماثلۃ اور (ب) الفواصل المتقاربہ[(۸)]

قرآن عظیم میں موجود فواصل کے حروف متماثل ہوتے ہیں یا متقارب ہوتے ہیں۔ متماثلۃ کی مثال؛ سورۃ الطّور کی آیات

وَالطُّوْرِ(۱) وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ(۲) فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ(۳) وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ(۴) وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ(۵) اور فواصل متقاربہ کی مثال: سورۃ ق کی آیات ؛ قٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ(۱) بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ(۲) ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آیات کی تعلیم وقف کے ذریعے دی قرآن عظیم میں موجود

فواصل کی بنیاد یا دارومدار وقف پر ہے۔ آیات قرآنیہ کے مرادی معنی کی تفہیم کے لیے علم الوقف والابتداء کا جاننا ضروری ہے۔

قرآن عظیم میں زیادہ تر فواصل کا اختتام حروف مدہ وحروف لین اور نون ملحقہ پر کیا گیا ہے امام زرکشیؒ لکھتے ہیں کہ اسکی حکمت یہ ہے کہ اس سے قراء وسامعین کے قلوب میں نشاط پیدا ہوتا ہے وہ اپنے ہاں سیبویہ کا قول نقل کرتے ہیں؛ سیبویہ کہتے ہیں کہ عرب جب اپنی زبان میں ترنم ونغمگی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو کلمات کے آخر میں الف، واو، یا، لاتے ہیں (آخر میں نون ہو یا نہ ہو) اور ایسا اس لیے کرتے تھے کہ آواز کو بڑھایا جاسکے (مدصوت کے لیے یہ حروف معاون ہوتے ہیں) (۹) کلمات میں حروف مدہ ولین کے موجود ہونے کے سبب قرآن ایسی عمدگی سے متصف ہوکر آیا ہے کہ اس کے وقوف آسان تر اور اسکے حصے شیریں تر ہیں مثال میں کلام مجید کی کئی سورتیں پیش کی جاسکتی ہیں جیسے طہٰ، نجم اور عبس وغیرہ۔

قرآن عظیم اور سجع

قرآنی آیات میں موجود موزونیت اور ہم آہنگ الفاظ کی رعایت نے اہل علم کے درمیان ایک نئی بحث کو جنم دیا کہ قرآن میں سجع ہے کہ نہیں، اس میدان میں سجع کے اثبات اور نفی کرنے والے علماء نے اپنے دلائل پیش کئے جو قرآنی علوم کے ادب کی کتب میں مذکور ہیں ابتدائی علماء میں سے علامہ باقلانیؒ نے اپنی معروف تصنیف اعجاز القرآن میں فی نفی السجع من القرآن کے عنوان سے ایک پوری فصل باندھی ہے جس میں قرآن مجید میں سجع ثابت کرنے والوں کا مدلل رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ قرآنی الفاظ کی ہم آہنگی اور سجع میں کوئی نسبت نہیں ہے۔

کلام الٰہی کا ربط ونظم معجز ہے اور انسانی نظم ونثر ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں قرآن کا نظام فواصل لگے بندھے قوانین وتعقیدات سے پاک ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں قرآن مجید کے اسلوب بدیع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ قرآنی نظم ونسق کے حوالہ سے بحث کو ڈاکٹر صبحی صالح نے بڑے عمدہ انداز میں سمیٹا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں نہ تو ایسے فواصل ہیں جن میں اشعار کے قوافی کی طرح حرکات وسکنات کی پابندی اور مخصوص اوزان کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور نہ ہی اس میں وہ نظم ونسق ہے جسے موزوں بنانے کے لیے حشو وتطویل اور مکررات ومحذوفات کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ کلام بھرتی کے ان الفاظ سے معری ہے جنہیں محض سخن آرائی کے لیے اکٹھا کر دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں کلام ایہام وغرابت اور تعقیدات کا شکار ہو جاتا ہے۔ (۱۰) حاصل یہ ہے کہ قرآنی فواصل شعری قیود سے آزاد ہیں تو نظم قرآنی فنی پابندیوں سے بالاتر اور اس کلام کے الفاظ ہر طرح کی لفظی ومعنوی تعقیدات سے محفوظ ہیں۔

سجع کے بارے میں معتبر رائے یہی ہے کہ قرآن عظیم سجع سے پاک ہے اور اس کے فواصل کے لیے سجع کی اصطلاح کا استعمال درست نہیں ہے

آیات قرآنیہ کا شمار

علم الفواصل کا موضوع قرآنی آیات ہیں اوران آیات کا مدار نقل پر ہے نبی اکرم ﷺ آیات کا شمار فرماتے تھے سیدۃ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنھا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کی آیات انگلیوں سے شمار فرمائیں (۱۱) صحابہ کرام اور تابعین عظام آپ ﷺ کی پیروی میں انگلیوں پر آیات گنتے تھے صحابہ کرام نے آیات کے شمار اور انکے فواتح ومقاطع کے سیکھنے اور سکھانے کا بہت اہتمام کیا۔ اور ارتقائی منازل طے کر کے یہ علم آئمہ شمار تک پہنچا۔ قرآنی آیات کا شمار ابتدائی طور پر گیارہ حضرات سے منقول ہے جو مکہ ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام سے تعلق رکھتے تھے ان آئمہ سے بعد میں سات شمار (مدنی اول، مدنی اخیر، مکی ،کوفی، بصری، دمشقی اور حمصی) معروف ہوئے۔ آیات کے شمار میں آئمہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قرآنی آیات توقیفی ہیں اوران کی ترتیب خود رسول اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ہے لیکن آیات کی متعین تعداد پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے اس لیے کہ حدیث رسول سے تعداد کی تعیین ثابت نہیں ہے مولانا گوہر رحمانؒ نے قاضی ابن عربی کا ایک قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں ؛ **وتعدید الآیات من معضلات القران** (قرآن کی آیات کا گننا قرآن کے مشکلات میں سے ہے) (۱۲) اختلاف شمار سے آیات کے توقیفی ہونے پر فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ اس علم میں توقیف کے معنی ہیں کہ صحابہ کرام نے قرآن مجید کے الفاظ اور اسکی آیات اور انکا شمار تینوں چیزیں نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں یہ اختلاف اجتہاد و توقیف کے منافی نہیں ہے اس واسطے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو آیات کی تعلیم ان پر وقف کر کے دی ہے اس بارے میں قرآنی کلمات کی تین صورتیں بنتی ہیں؛ وہ کلمات جن پر آپ ﷺ نے ہمیشہ وقف کیا یہ اجماعا اور ساتوں آئمہ (یعنی ساتوں شمار) کے ہاں آیات کے شمار میں شامل ہیں

جن کلمات پر ہمیشہ وصل کیا وہ اجماعا متروک ہیں، اور جن کلمات پہ کبھی وقف ثابت ہے اور کبھی وصل اس قسم میں اختلاف ہے وقف کی صورت میں تین احتمال ہیں اور وصل کی صورت میں دو احتمال ہیں۔

وقف کی صورت میں: ۱۔ وقف اس لیے کیا ہو کہ یہ آیت کا آخری سرا ہے ۲۔ اس لیے وقف کیا گیا ہو کہ آگے بڑھنے کے لیے سانس میں قوت آجائے، ۳۔ وقف کا طریقہ بتانا مقصود ہو

وصل کی صورت میں ایک احتمال یہ ہے کہ وصل سے مقصود یہ بتانا ہو کہ یہ آیت کا سرا نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ وصل اس لیے ہو کہ یہ آیت کا سرا تو نہیں ہے لیکن پہلی بار جو وقف کیا تھا وہ آیت کی تعلیم دینے کے لیے تھا پھر جب آپ ﷺ مطمئن ہو گئے کہ صحابہ نے اس مقام پر آیت کے ہونے کو سمجھ لیا ہے تو پھر وصل کر دیا۔ پس ان احتمالات کے ساتھ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس جگہ آیت ہے یا نہیں ہے۔ اور ان مقامات پر فیصلہ اجتہاد کے ذریعہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

توقیفی واجتہادی کی بحث

علم الفواصل کے توقیفی یا اجتہادی ہونے کے حوالہ سے دو طبقات سامنے آئے ایک طبقہ نے پورے علم کو توقیفی قرار دیا جبکہ دوسرے نے ایک حصہ توقیفی اور دوسرا حصہ اجتہادی ٹھہرایا۔ دونوں طبقات نے اپنے حق میں دلائل پیش کیے جو علم الفواصل کے ذخیرہ ادب میں موجود ہیں۔ دو مختلف الرائے فریقین میں سے دوسرے فریق کی رائے کو علماء کی اکثریت نے راجح قرار دیا ہے۔ علم قرات و علم فواصل کے ممتاز ہندی عالم قاری فتح محمد پانی پتیؒ دوسرے گروہ کی رائے کو قابل ترجیح ٹھہراتے ہیں لیکن بڑے عمدہ انداز سے بحث کو سمیٹتے ہوئے اس پورے علم کی توقیفیت کے اثبات کا جواز پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آیات کی تمام جزئیات کی بجائے کچھ جزئیات کے بارے میں نصوص آئیں منصوص جزئیات سے مستنبطہ قواعد کلیہ کی بناء پر غیر منصوص کو ان کی طرف لوٹایا گیا اب اس علم کو توقیفی و نقلی کہنا درست ہوگا کیونکہ غیر منصوص جزئیات کا حکم بھی منصوص جزئیات سے نکالا جا رہا ہوتا ہے۔(۱۳)

علم الفواصل کا ذخیرۂ ادب

علم الفواصل پر مستقل طور پر لکھی گئی کتب میں بعض وہ تصانیف ہیں جو محفوظ نہیں کی جا سکیں اور بعض ایسی ہیں جو ابھی تک مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس علم کے بارے میں مطبوع ادب بھی کافی سارا ہے اس علم پر لکھی گئی کتب کو تین قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

(۱) مفقود ادب (۲) مخطوطات (۳) مطبوع ادب

رووس آیات کے مفقود ادب میں سے اہم کتاب ''**بغية الواصل لمعرفة الفواصل**'' ہے جو حنبلی عالم نجم الدین الطّوفی الصرصری (۶۷۰ھ-۷۱۰ھ) نے تصنیف کی تھی اس کے علاوہ شمس الدین ابن الصائغ (۷۱۰ھ-۷۷۶ھ) کی کتاب ''**اِحکام الرای فی اَحکام الآی**'' بھی رووس آیات پر لکھی گئی ایک اہم تصنیف تھی جو محفوظ نہ رہ سکی۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس کتاب کے بعض حصے نقل کیے ہیں (۲) مخطوطات: مخطوطات کی صورت میں موجود کتب میں ''**منظومة فی فواصل میم الجمع**'' اور ''**القول الوجیز فی فواصل الکتاب العزیز**'' ہیں جو بالترتیب محمد الخروبی اور رضوان المخلاتی کی تصانیف ہیں (۳) مطبوع؛ مطبوع کتب میں عبد الفتاح القاضی کی لکھی ہوئی ''**نفائس البیان بشرح الفرائد الحسان فی عد آی القرآن**'' ہے۔ اس میدان میں سب سے اہم مطبوع کتاب علامہ ابو عمرو الدانیؒ کی ''البیان فی عد آی القرآن'' ہے جس کو امام ابو القاسم شاطبیؒ نے ''**ناظمة الزهر فی علم الفواصل**'' کے نام سے نظم کی صورت دی اور بعد میں ناظمۃ الزہر کی متعدد شروح تحریر کی گئیں۔

مستقل کتب کے علاوہ فواصل و رووس کی ابحاث علمائے علم الکلام، مفسرین و علمائے قرآن، نحویین اور علمائے علم بلاغہ کی تصانیف میں شامل رہی ہیں۔ علامہ رمانی کی تصنیف ''**النکت فی اعجاز**

القرآن''، علامہ باقلانیؒ کی ''اعجاز القرآن''، یحییٰ بن زیاد الفراء کی ''معانی القرآن''، ابوعبیدۃ کی ''مجاز القرآن''، علمائے قرآن میں امام بدرالدین الزرکشیؒ کی تصنیف ''البرھان فی علوم القرآن'' اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ''الاتقان فی علوم القرآن''، میدان بلاغت کے علماء کی تصانیف میں ابن سنان الخفاجی کی '' سر الفصاحۃ ''اور ابن قیم الجوزیۃ کی '' الفوائد ۔المشوق الی علوم القرآن و علم البیان''میں فواصل کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

علم الفواصل پر دور جدید میں بھی اہل علم نے کتب ومضامین کی صورت میں کام کیا ہے جن کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پہلا طبقہ وہ ہے کہ جس نے قدیم علماء کی کاوشوں ہی کو جمع کیا ہے۔ان میں ڈاکٹر احمد احمد بدوی، لبیب السعید اور کامل السید شاہین شامل ہیں ۔(۲) دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جس نے جمع وتدوین سے بڑھ کر بحث وترجیح کو اختیار کیا اور اس میدان میں بعض اضافوں کا باعث بنے اس طبقہ میں مصطفیٰ صادق الرافعی، محمد عبدالوہاب حمودۃ، علی الجندی، محمد مبارک، عائشہ عبدالرحمٰن اور عبدالکریم شامل ہیں ۔(۳) تیسرے طبقہ نے فواصل پر بحث کرتے ہوئے نئی ابحاث (رووس آیات کی موزونیت ونغمیت، جمالیاتی پہلو) کا آغاز کیا جنہیں قدماء نے ذکر نہیں کیا۔اس طبقہ میں اہم شخصیت سید قطبؒ کی ہے۔علم الفواصل کے موضوع پر معاصر کاوشوں میں ایک عمدہ کاوش محمد الحسناوی کی تصنیف ''الفاصلۃ فی القرآن' ' ہے جو دار عمار اردن نے شائع کی ہے۔یہ کتاب قدماء ومعاصر اہل علم کی علم الفواصل کے میدان میں مساعی بارے معلومات کا احاطہ کیے ہوئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ علامہ ابن منظور، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷، ۱۰/۵/۷۔۲۷۳

۲۔ ابوبکر محمد بن الخطیب الباقلانی، اعجاز القرآن، المطبعۃ السلفیۃ، القاہرہ، ۱۳۴۹، ص ۲۰۵

۳۔ امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۴، ۵۳/۱

۴۔ ایضاً

۵۔ عبدالرزاق علی ابرہیم، مرشد الخلان الی معرفۃ آی القرآن، مطبوعات الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، ۱۴۱۰ھ، ص ۳۰

۶۔ البرہان، ۱/ ۹۸۔۷۸

۷۔ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷م، ۱۰۴/۲۔۱۰۱

۸۔ البرہان، ۷۴/۲۔۷۲

۹۔ البرہان، ۶۹۱۔۶۸

۱۰۔ الدکتور صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۶۴، ص ۳۴۰

۱۱۔ ابوعمرو الدانی الاندلسی، البیان فی عدآی القرآن، تحقیق الدکتور غانم قدوری الحمد، مرکز المخطوطات والتراث والوثائق الکویت، الطبعۃ الاولی ۱۹۹۴م، ص ۶۳

۱۲۔ مولانا گوہر رحمان، علوم القرآن، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان، اگست ۲۰۰۲، ۱۸۱/۱

۱۳۔ پانی پتی، قاری فتح محمد، کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۱۴۰۔۱۳۹